عمل بالحدیث کے بارے میں مخدوم محمد معین ٹھٹوی کا مسلک

The Practical Aspects of Hadith: The Perspective of Makhdum Muhammad Moin Thattwi

ڈاکٹر محمد انس راجپر *

ڈاکٹر جبین بھٹو**

Abstract

Makhdum Muhammad Moin Thattwi was a not only great a logician, dialectician and philosopher but was well known scholar of Hadith, Fiqh and Mysticism. His great contribution on above mentioned subject has a big popularity among all the well versed and learned people. He had an authority over the subjects of logic, philosophy and fiqah and was a prominent teacher of his age. Besides, he was great preacher of the practical Hadith of his age and authored many books on that subject. He discussed on all the discourses of practical hadith in his books. He also criticized over his contemporary scholars that they practice on the sayings of jurists those who didn't care the hadith, i.e prefer jurists sayings than Hadith. He was of the view that if the hadith got verified as correct then it become mandatory to act upon that hadith. In this article, first of all,circumstances of practical hadith has been analyzed in the age

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ تقابل ادیان و ثقافت اسلامی، سندھ یونیورسٹی ، جامشورو۔

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ تقابل ادیان و ثقافت اسلامی، سندھ یونیورسٹی ، جامشورو۔

of MakhdumMuhammad Moin and then, the preaching and spreading of practical hadith has been analyzed. All the books and the discourses that were written by Makhdum Muhammad Moin about practical hadith or discussed over them, have been analyzed in the light of his books.

خلاصہ اردو

مخدوم محمد معین ٹھٹوی معقولات و منقولات کے بڑے ماہر، حدیث، فقہ اور تصوف کے عالم تھے۔ مذکورہ سب علوم میں ان کی تصانیف علمی حلقوں میں شہرت رکھتی ہیں۔ وہ منطق و فلسفہ، فقہ اور حدیث کے اپنے دور کے نامور مدرس تھے۔ اپنے مدرسے میں وہ صحاح ستہ بھی پڑھاتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ اپنے دور میں عمل بالحدیث کے بہت بڑے داعی تھے، جس پر انھوں نے کئی کتابیں تصنیف کیں۔عمل بالحدیث کے جتنے بھی مباحث ہیں ان پر مخدوم موصوف نے اپنی کتب میں بحث کیا۔ اپنے زمانے کے علما پر تنقید کی کہ وہ حدیث کی پرواہ کئے بغیر فقہاء کے اقوال پر عمل کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب حدیث کی صحت ثابت ہو جائے تو اس پر عمل ضروری ہوجاتا ہے۔

اس مقالے میں سب سے پہلے مخدوم محمد معین کے زمانے میں عمل بالحدیث کی صورتحال کا تجزیہ کیا گیا ہے، اس کے بعد سندھ میں عمل بالحدیث کی دعوت اور اشاعت و تدریس حدیث کا تجزیہ کیا گیا ہے۔عمل بالحدیث کے جتنے مباحث پر مخدوم محمد معین نے رسائل تالیف کئے ہیں یا ان پر بحث کیا ہے ان مباحث کا انکے رسائل کی روشنی میں تجزیہ کیا گیا ہے۔

کلیدی الفاظ: عمل بالحدیث، مخدوم محمد معین

مخدوم محمد معین ۱۰۹۳ ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۶۱ھ میں وفات پائی۔[۱] سندھ میں ہی تعلیم اور تربیت حاصل کی۔ ٹھٹھہ کے جلیل القدر عالم، معقولات و منقولات کے ماہر، مخدوم عنایت اللہ بن فضل اللہ ٹھٹوی (۱۱۱۶ھ) سے علم کی تحصیل کی۔[۲] سندھ سے باہر تعلیم اور تدریس کے لیئے کہیں نہیں گئے۔ ان کے اساتذہ، جن سے انھوں نے صحاح ستہ، معاجم،

علم کلام، علم اصول، علم ادب و تصوّف میں سند و اجازت کا شرف حاصل کیا، ان میں سندھ کے باہر کے علماء شامل ہیں، لیکن ان میں سے دو حضرات شیخ عبدالقادر صدیقی۳ اور شیخ ابو طاہر کردی مدنی۴ سے اجازت بالمکاتبت حاصل کی۔۵ اور ان میں سے شاہ ولی اللہ محدث دھلوی٦ اور شیخ محمد زکی سرہندی۷ سے ، ان کے حج کے سفر کے لئے سندھ سے گذرتے ہوئے بالمشافہہ اجازت حاصل کی۔۸

عمل بالحدیث سے مراد:

عمل بالحدیث سے مراد یہ ہے کہ احکام شرع کے لئے حدیث کو ماخذ کے طور پر قبول کیا جائے۔ چہ جائیکہ فقہائے اربعہ اور ان کے ماننے والے قرآن کے بعد حدیث کو احکام شرع کا ماخذ مانتے ہیں، لیکن ان کا خیال ہے کہ اجتہاد و استنباط کا کام فقہائے مجتہدین کا ہے، عام لوگوں کا نہیں، لہٰذا وہ صرف ان کی پیروی کے مکلّف ہیں۔ مدعین عمل بالحدیث کا کہنا ہے کہ جب حدیث صحیح لذاتہ یا لغیرہ یا حسن لذاتہ یا لغیرہ سامنے آجائے تو، ہر مجتہد و غیرمجتہد پر فقہائے مجتہدین کے قول کو ترک کردینا اور حدیث پر عمل کرنا ضروری ہے۔

مخدوم محمد معین کے زمانے مین ان کے وطن سندھ کی صورتحال یہ تھی کہ علماء احکام شرع کی جستجو میں فقہی کتب میں اتنے محو ہو گئے تھے کہ گویا کہ حدیث کی کتب کو انھوں نے بالکل بھلا ہی دیا تھا۔ احکام کے استخراج و استنباط کے لئے وہ کتب حدیث کی طرف متوجہ نہیں ہوا کرتے تھے، لہٰذا وہ فقہی کتب کو ہی کافی سمجھتے تھے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کتب حدیث متروک و مہجور ہو کر رہ گئیں اور بالآخر وہ درس و تدریس کے نظام سے ہی نکال دی گئیں۔

سندھ میں علم حدیث کی صورتحال:

مخدوم معین نے اپنی کتاب دراسات اللبیب میں بلاد ہند و سندھ سے کتب حدیث کے مہجور ومفقود ہوجانے کی شکایت کی ہے اور ان کا روئے سخن اس طرف ہے کہ ہند و سندھ حدیث کی کتاب مشکواۃ کے علاوہ باقی کتب حدیث سے گو کہ خالی ہو چکا ہے۔ علماء ہوں یا طلباء مشکواۃ کے علاوہ کتب حدیث سے بلکل نابلد ہیں۔ ان کے الفاظ ہیں:

ترجمہ: ''بلاد سندھ و ہند سے کتب حدیث مفقود ہوگئی ہیں، نہ ان کا وجود ہے نہ ہی ان کی طلب۔یہ بات ایسی ہے جو کسی سے مخفی نہیں ہے حتی کہ تم طلبائے علم کی ایک جماعت ایسی پاؤگے، بلکہ شیخیت و مدرسیت کی دعوی رکھنے والے ایسے لوگ بھی پاؤگے، جنھوں نے مشکواۃ المصابیح کے کسی جزء یا پوری کتاب سے اوپر عبورنہیں کیا ہے اور وہ اپنے تئین حدیث کے شیخ ہیں۔۔۔ میں نے ایک ایسا عالم دیکھا ہے جو اصول و کلام کا بڑا ماہر ہے لیکن اس نے دوسری کتب تو رہیں مشکواۃ بھی نہیں دیکھی۔'' ۹

یہ وہ دور ہے جب سندھ اور ہند کے مدارس میں درس نظامی رائج تھا ، درس نظامی میں فنون کی کتب اور معقولات پر زور دیا جاتا تھا اور زیادہ سے زیادہ فقہہ کی کتابیں پڑھائی جاتیں تھیں، حدیث کی کتابیں نصاب کا حصہ نہیں تھیں۔ مولانا مناظر احسن گیلانی نے اپنی کتاب 'پاک و ہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت' میں ہندوستان کے نصاب تعلیم میں 'ضروری درجہ' میں فارسی کتب، جن میں سعدی و حافظ کی کتابیں شامل بتائی ہیں۔ اور 'درجہ فضل' میں ہدایہ ، بزدوی ، کشاف، مشارق، مصابیح، کنز، قدوری، مجمع البحرین، منار، نورالانوار کو شامل بتایا ہے۔ درسِ نظامی کے بانی ملا نظام الدین۱۰ نے نصاب میں منطق و کلام کی کتابوں کی بھرمار لگا دی۔ حدیث میں مشکواۃ و مشارق الانوار اور تفسیر میں کشاف سے بڑھ کر کچھ نہیں تھا۔ صحاح ستہ، سنن و معاجم میں سے کوئی کتاب شامل درس نہیں تھی۔۱۱

کتب حدیث کے مہجور ومفقود ہونے کا سبب:

مخدوم محمد معین نے کتب حدیث کے مہجور ومفقود ہونے کا اصل سبب اس کو قرار دیا ہے کہ: وہ حضرات یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ''احکام شرعیۃ'' کتب فقہ سے اخذ کئے جاتے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ ان حضرات کا خیال ہے کہ مسائل شرعیہ کے لئے کتب فقہ ہی کافی ہیں،اس لئے وہ کتب حدیث کا مطالعہ ضروری خیال نہیں کرتے۔ لکھتے ہیں:

ترجمہ: ''یہ سب اس وجہ سے ہے کہ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ شرعی احکام کتب فقہہ سے لئے جاتے ہیں۔'' ۱۲

پھر مشکواۃ کو بھی علماء وطلباء اخذ مسائل کے لئے نہیں فضائل اور رقت آمیز مواعظ کے لئے پڑھتے ہیں۔ اس بارے میں آپ لکھتے ہیں:

ترجمہ: ”(اس سے (مشکواۃ کے پڑھنے سے) بھی ان کا غرض فضائل و رقت آمیز مواعظ ہیں، شرعی احکام کا اخذ نہیں۔“ ۱۳

شرعی احکامات کے لئے ان کے ہاں کتب فقہ ہی کافی ہیں، احادیث پڑھتے ہوئے اگر کوئی حدیث ان کو اپنے مسلک کے خلاف بھی نظر آئے گی تو وہ اسے نظر انداز کرکے آگے نکل جاتے ہیں، اسے قابل التفات اور قابل تمسک نہیں سمجھتے۔ اس بارے میں ان کے الفاظ ہیں:

ترجمہ: ”بلکہ جب وہ ایسی احادیث سے واقف ہوتے ہیں جو ان کے مذہب کے خلاف ہیں تو افسوس کہ وہ اپنے مسلک کی سلامتی کے ساتھ گذر جاتے ہیں کچھ کلام تک نہیں کرتے۔ **فسبحان اللہ بل اکثرھم لا یعقلون**۔“ ۱۴

سندھ میں عمل بالحدیث کی تحریک:

مخدوم معین، جن کا خیال ہے کہ مسائل شرعیہ کے اخذ کے لئے حدیث کی بجائے کتب فقہ کو سرچشمہ سمجھنے کی بیماری کی وجہ سے نصاب میں سے حدیث کی کتب نکالی گئیں،انھوں نے اسی بیماری کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی ٹھان لی اور عمل بالحدیث کی تحریک برپا کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

لیکن عمل بالحدیث کی یہ تحریک سندھ میں نئی نہیں تھی، جہاں تک علم حدیث کی ترویج واشاعت کا تعلق تھا، تو سندھ میں ہمیں تدوین حدیث کے زمانے سے کئی محدثین ملتے ہیں، جنہوں نے سندھ اور سندھ سے باہر حدیث کی ترویج و اشاعت میں بے مثال کارنامے سرانجام دئے۔ گیارہویں صدی کا آخری عشرہ مخدوم محمد معین کی ولادت کا عشرہ ہے، اس صدی کے اوائل میں سندھ کے ایک شہر نصرپور کے عالم مخدوم محمد اکرم نصرپوری،۱۵ جو مکۃ المکرّمہ سے حدیث پڑھے تھے،ان کی بخاری کی مبسوط شرح لکھی ہوئی ملتی ہے ،۱۶ جس سے سندھ میں حدیث کی اشاعت کی قدروقیمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ بارہویں صدی ہجری کا اوائلی زمانہ مخدوم معین کی تعلیم و تدریس کا زمانہ ہے، اس زمانے میں سندھ کے دو جلیل القدر محدث ابوالحسن کبیر۱۷ اور ابو الطیب سندھی حرمین شریفین میں حدیث کی تدریس میں مصروف نظر آتے ہیں۔ آگے چل کر شیخ محمد حیات سندھی،۱۸ جو ابوالحسن کبیر کے شاگرد

ہیں، اپنے استاد کی مسند درس حدیث پر متمکن نظر آتے ہیں۔ یہ حضرات نہ صرف درس حدیث دیتے تھے بلکہ عمل بالحدیث کے بھی بڑے داعی تھے۔ ان کی مساعی جمیلہ سے سندھ میں حدیث اورعمل بالحدیث کا ذوق پروان چڑھا۔ مخدوم معین،جو سندھ سے باہر تدریس کیلئے کہیں جا نہ سکے تھے، انہوں نے حرمین کے علماء سے مکاتبتا حدیث کی اجازت کا شرف حاصل کیا اورعمل بالحدیث کے بڑے داعی بن کر اٹھے۔

حدیث کی تدریس:

عمل بالحدیث کی اولین ضرورت یہ تھی کہ کتب حدیث کی ترویج واشاعت ہو، اور وہ شامل درس ہوں، اس لئے مخدوم موصوف نے ان کے شامل درس نہ ہونے پر تنقید کی اور اس کو اپنے نظام درس میں شامل کیا۔ ہندستان میں مروج نصاب درس میں جیسا کہ ذکر ہوا، صحاح ستہ شامل درس نہیں تھیں، شاہ ولی اللہ دہلوی نے ان کو نصاب درس میں شامل کیا، لیکن مخدوم معین سندھ میں اپنے مدرسے میں صحاح ستہ اس سے پہلے نصاب درس میں شامل کر چکے تھے اور خود پڑھاتے تھے۔ موصوف نے اپنے بخاری پڑھانے کا ذکر اپنے ایک رسالہ 'اکسیر الہدایۃ والنفع فی جمع احادیث الرفع' میں ان لفظوں میں کیا ہے:

''اس فقیر کو بھی ختم بخاری طلباء کو پڑھاتے وقت یہ دعا پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ والحمد للہ علی ذالک والمنۃ لرسولہٖ'' ۱۹

عمل بالحدیث کے بارے میں ان کا مسلک:

مخدوم محمد معین کا کہنا ہے کہ: جب صحیح حدیث ثابت ہو جائے تو فقہاء کے قول پر عمل چھوڑ دینا چاہئے۔ کہتے ہیں کہ: ہمارے زمانے کے کچھ فقہاء صحیح حدیث کے مقابلے میں مذہب کی روایت چھوڑنے کے عدم جواز کے قائل ہیں۔۔۔ اب سے پہلے کے ہمارے معاصر، جو ہمارے مشائخ کے طبقہ میں سے تھے، ان سے ہم نے اس طرح نہیں سنا۔

مخدوم موصوف فرماتے ہیں کہ یہ وہم پیدا کیا گیا ہے کہ اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ چار مذاہب: حنفی، شافعی، مالکی اورحنبلی میں سے کسی کو چھوڑنا نہ چاہئے اور لوگوں پر ان کی پیروی کرنا واجب ہے۔ فرماتے ہیں کہ علم اس بات کا احاطہ کر چکا ہے کہ اس قول

پر اجماع نہیں ہے۔ اس بارے میں جو اجماع ذکر کیا گیا ہے، وہ اس پر ہے کہ منع کئے ہوئے مذاہب پر عمل نہ کیا جائے، تفرقے سے بچنا چاہیے، چار مذاہب سے تجاوز نہ کرنا چاہیے، یہ اجماع اس پر نہیں ہے کہ صحیح حدیث کے بشمول جو چیز بھی چار مذاہب کے خلاف ہو اس پر عمل نہ کرنا چاہیے۔ ۲۱

وہ لکھتے ہیں کہ: چاروں مذاہب کے پیروکار متاخر مصنفین اس پر متفق ہیں کہ، ان کے مذاہب کی ان کے ائمہ سے روایت جب صحیح حدیث کے خلاف ہو تو سب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ وہ حدیث ان پر حجت ہے۔ یہ بات چاروں مذاہب کی کتب کا مطالعہ کرنے والوں سے مخفی نہیں ہے۔ جب بھی ان میں سے کوئی شارع صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے تحت مجوج دیکھا گیا ہے تو اس کی روایت کو ترک کرنا واجب سمجھا گیا ہے۔ ان میں سے بعض نے یہ تصریح بھی کی ہے۔ امام جعفر طحاوی باوجود ابو حنیفہ کے مذہب کی تصدیق کرنے اور ان کے تمسکات کی مرفوع اور موقوف احادیث سے تخریج کرنے کے، جب اس کے قول کو مرفوع حدیث کے خلاف دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں: ابو حنیفہ کا قول باطل ہو گیا۔۲۲

موصوف علامہ شعراوی کی کتاب لواقع الانوار القدسیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ: اس فقیر کا مسلک یہ ہے کہ جب اپنے امام کے دلائل کا ضعف معلوم ہو جائے اور دوسرے امام کے مذہب کے دلائل کی صحت معلوم ہو جائے، تو اپنے امام کی عصبیت چھوڑ دینی چاہیے، کیوں کہ امام نے یہ نہیں کہا ہے کہ، میری ہر معاملے میں تقلید کریں۔ کیوں کہ ائمہ معصوم عن الخطا نہیں ہیں۔ موصوف امام شعراوی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ، امام ابو حنیفہ کا کہنا ہے کہ: تم پر میرے کلام سے فتوی دینا تب تک حرام ہے، جب تک میرے دلیل سے واقف نہ ہو جاؤ۔ اس پر مخدوم موصوف تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: معلوم ہوا کہ جو لوگ اپنے امام کے معاملہ میں متعصب ہیں وہ اپنے امام کے خلاف کر رہے ہیں، اس صورت میں مسئلہ کی ذمہ داری امام کے سر پر نہیں متعصب پیروکار کے اپنے سر پر ہے۔ پھر بھی کوئی آدمی اس پر اصرار کرتا ہے تو اس کا گناہ ائمہ کے اوپر نہیں، قیامت کے دن ایسے متعصب پیروکاروں سے سب سے پہلے ان کے ائمہ برائت کریں گے۔ اگر چاہو تو پڑھو: **اذ تبرا الذین اتبعوا من الذین اتبعوا** (جب ائمہ اپنے پیروکاروں سے برائت کریں گے) ۲۳

عمل بالحدیث کے موضوع پر تصنیفات:

مخدوم معین تدریس کے ساتھ تصنیف میں بھی بڑی مہارت رکھتے تھے۔ تصنیفات میں ان کی فلسفہ و تصوف پر بھی کتابیں ہیں، لیکن سب سے پہلے ان کی تصنیفات عمل بالحدیث کے موضوع پر لکھی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ ان میں سے کچھ دستیاب ہیں اور کچھ نایاب ہیں۔ عمل بالحدیث پر ان کی شہرۂ آفاق تصنیف دراسات اللبیب ہے، جو انہوں نے ۱۱۲۲ھ میں تالیف فرمائی۔ اس سے بھی پہلے ان کے کچھ رسائل عمل بالحدیث کے موضوع پر لکھے ہوئے ہیں، جو چہ جائیکہ دستیاب نہیں ہیں، لیکن دراسات میں مخدوم موصوف نے ان کے مضامین کی طرف اشارات سے نہ صرف ان کے مضامین کی خبر دی ہے، بلکہ ان رسائل کے دراسات سے پہلے تصنیف کرنے کا بھی بتا دیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اٹھارہ انیس سالہ عمر میں مخدوم معین تحصیل سے فارغ ہوتے ہی، درس وتدریس کے ساتھ عمل بالحدیث پر تصنیف و تالیف میں مصروف ہو گئے ہیں، ۲۹سال کی عمر میں انہوں نے دراسات جیسی معرکۃ الآراء کتاب تصنیف کی، جس کو عالم اسلام میں بڑی شہرت اور قبولیت حاصل ہوئی اور پھر دراسات سے پہلے بھی ان کی انہی موضوعات پر تالیفات کا وجود اس کا شاہد عادل ہے، کہ آپ ابتدائے عمر سے ہی تصنیف و تالیف میں مصروف ہو چکے تھے۔ زیادہ تر ان کی تصانیف سن تالیف سے خالی ہیں، لیکن پھر بھی اندازہ یہ ہوتا ہے کہ آپ تاآخر عمر عمل بالحدیث کے موضوع پر لکھتے رہے ہیں۔ ان کی ایک تالیف مد نبوی وعہد رسالت کے بارے میں ہے، جو انہوں نے ۱۱۵۰ھ کو تالیف کی ہے۔ ان کی ایک تالیف: اکسیر الھدایت والنفع فی جمع احادیث الرفع ۱۱۵۲ھ میں انہوں نے تالیف کی ہے اور ان کی وفات۱۱۶۱ھ میں ہوئی ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی ۱۱۴۳ھ میں حج کے ارادے سے سندھ سے گزرتے ہوئے مخدوم معین کے ساتھ ملے تھے، اور ان کے ان ہی آراء کو معلوم کرکے ان کی جو تحسین فرمائی تھی، مخدوم موصوف اس کو خود یوں بیان کرتے ہیں:

ترجمہ: ''ہماری اس رائے پر ہمارے ساتھ موافقت کی ہے،اپنے زمانے کے سرگروہ علماء، ہمارے زمانے کے یعسوب، شیخ اجل، صوفی اکمل، بلاد ہند کے امام شیخ ولی اللہ بن

عبدالرحیم نے۔ ہماری ان آراء وتفردات کے بارے میں، جن میں ہم نے جمہور کی مخالفت کی ہے، مشافہا ایک صالح جملہ ارشاد فرمایا: **ومن الردیف وقد رکبت غضنفرا۔**''۲۴

یہ مخدوم معین کا ہم عصر زمانہ تھا، جب ان کی عمل بالحدیث کی تصنیفات پر شاہ ولی اللہ نے تحسین فرمائی۔ آگے چل کر جب دراسات اللبیب طبع ہوئی تواس نے اہل علم میں بڑی قبولیت حاصل کی۔ علمائے اہل حدیث کے لئے تو یہ ایک عظیم سرمایہ ثابت ہوئی۔ یہ کتاب دو دفعہ چھپ چکی ہے۔ سب سے پہلے ۱۲۸۴ھ/۱۸۶۶ء میں یہ لاہور سے، سید نذیر حسین دہلوی کے حکم پر دہلی کے پنجابی تاجر محمدابراھیم کے خرچ پر شائع ہوئی۔ اس کتاب کا مرکزی مضمون عمل بالحدیث ہے۔ پورے ہندستان میں اس کو بڑی شہرت ملی۔ محقق علماء نے اس پر داد تحسین بھی دی تو تنقید بھی کی گئی۔ مولانا عبدالرشید نعمانی نے مقدمہ دراسات میں لکھا ہے کہ:

مولانا عبدالحی لکھنوی نے ایک جگہ عبدالوھاب شعرانی کے ساتھ مخدوم معین کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے لکھا ہے:''جیسا کہ عبدالوھاب شعرانی نے میزان میں اور ملا معین نے دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب میں تحقیق کی ہے۔''ایک مقام پر امام ابن ہمام پر مخدوم معین کے رد کی تحسین ان الفاظ میں کی ہے: ''صاحب دراسات نے اس کا بہترین تعاقب کیا ہے اور مضبوط رد کیا ہے، وہ قابل دید ہے۔'' البتہ 'السعی المشکور فی ردالمذھب الماثور' میں انہوں نے اس پر تنقید بھی کی ہے۔ مولانا عبداللہ ٹونکی نے شرح نخبۃالفکر میں بہت سی باتیں دراسات سے نقل کی ہیں، کہیں اس پر رد بھی کیا ہے۔ ۲۵

نواب صدیق حسن خان قنوجی نے اتحاف النبلاء میں دراسات کی اس طرح تعریف کی ہے:

اپنے موضوع کی بہترین کتاب ہے، ان کی عبارت میں متانت ہے، اعلی مطالب کی تحقیق اور مدعی پر صحیح دلیل لانے میں بہترین تحقیق ہے۔ لیکن اس کی یہ بات ٹھیک نہیں کہ موصوف نے خواہ مخواہ تصوف کے ذوق کا زیادہ اظہار کیا ہے۔ اس کے باوجود یہ کتاب مقلدین کے الزام اور مخالف کے جواب کے لئے کافی اور بھرپور ہے۔ ۲۶

مولانا عبیداللہ سندھی نے دراسات کے بارے میں اپنی رائے کا اس طرح اظہار کیا ہے:

شیخ محمد معین نے دراسات اللبیب شیخ عبدالحق دھلوی کے طریقہ پر شاہ ولی اللہ کے طریقہ کی ترجیح کے واسطے تصنیف کی۔ اس کتاب کے خاص طور پر بارہویں دراسے کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ اس میں انہوں نے امام اعظم پر تاریخ صغیر میں امام بخاری کی تنقید کا جواب دیا ہے۔ کتاب لاہور سے چھپی ہے، اہل حدیث نے اس کے چھپوانے کی سعی کی ہے۔۲۷

عمل بالحدیث کے مختلف مباحث:

عمل بالحدیث کے موضوع کے جتنے بھی پہلو ہیں ان پر مخدوم معین نے بڑے تفصیل سے لکھا ہے۔ ذیل میں ہم عمل بالحدیث سے متعلق جن جن مضامین پر مخدوم موصوف نے جو جو رسائل لکھے ہیں، ان مضامین اور رسائل کا ذکر کرتے ہیں، ان میں کچھ تالیفات دستیاب ہیں، تو کچھ ایسی ہیں جن کے حوالے ہمیں ان کی ہی تالیفات سے ملے ہیں، لیکن وہ دستیاب نہیں ہو سکی ہیں۔

حدیث پر اپنی رائے کو مقدم رکھنے کی تردید:

مخدوم موصوف کا کہنا ہے کہ حدیث کے مقابلہ میں رائے کی کوئی اہمیت نہیں۔ جب صحیح حدیث آجائے تو کسی کی بھی رائے قابل قبول نہیں ہوگی۔ احناف میں سے ابن ہمام اور شوافع میں سے نووی نے صحیح بخاری کی ابواب صفۃ الصلواۃ پر بحث میں حدیث پر رائے کو ترجیح دی ہے، ان کے رد میں مخدوم موصوف نے رد قول الغثیث علی من قدم الرای علی الحدیث نام سے ایک رسالہ تحریر کیا۔اس کا کوئی خطی نسخہ دستیاب نہیں ہے۔ مخدوم موصوف نے اپنے رسالے: غایۃالاعتاد فی مسئلۃالاختصاب بالسواد' میں اس کا دو مرتبہ ذکر کیا ہے۔ایک جگہ لکھتے ہیں:

اکابر مصنفین احناف و شوافع میں سے بعض، جن کے بارے میں حاشیہ میں خود مصنف نے بتایا ہے کہ ان کی مراد احناف میں سے شیخ ابن ہمام اور شوافع میں سے نووی ہیں، نے صحیح بخاری کی ابواب صفۃالصلواۃ کی دو احادیث پر بحث کی ہے اور مسلک کے ہر ایک اکابر نے دونوں احادیث میں سے جس کو اپنے مسلک کے موافق سمجھا، اس کو ترجیح دی اور مرجوح حدیث کو شریعت سے خارج کردیا اور مرجوح پر عمل کی صورت میں سجدہ سہو

کا حکم لگایا۔ اس پر میں نے مزید تفصیل کے ساتھ ''رد قول الغثیث'' میں بحث کی ہے''۔۲۸

نسخ اجتہادی کا رد:

اصول حدیث کی ایک اصطلاح ہے: 'نسخ اجتہادی'، اس کا مطلب ہے کہ کسی حدیث کو اپنی رائے سے منسوخ قرار دے دیا جائے، شارع کی طرف سے اس کے خلاف کوئی نص موجود نہ ہو۔ قیاس اور اجتہاد کے قائلین نسخ اجتہادی کے قائل ہیں، مخدوم معین اس کا انکار کرتے ہیں اور ایک رسالہ انہوں نے اس کے رد میں تالیف فرمایا ہے، جو دستیاب نہیں ہے۔ دراسات میں بھی مخدوم موصوف نے اس پر بحث کی ہے اور اس کی طرف ان الفاظ میں اشارہ فرماتے ہیں:

''نسخ بالرائے جس کو نسخ اجتہادی بھی کہاجاتا ہے، محقق اس کے قائل نہیں ہیں، اس کے بطلان پر ہم نے ایک جزء میں کلام کیا ہے، اس کا نام رکھا ہے: غایت الفسخ فی مسئلۃ النسخ۔ ۲۹

فقہ الراوی کے شرط کی تردید:

فقہائے احناف نے رواۃ حدیث کے شرائط میں یہ بھی شامل کیا ہے کہ:''راوی فقیہ ہو''۔ مخدم معین فرماتے ہیں کہ فقیہ راوی کی شرط کی بنیاد پر احناف نے حدیث مصراۃ، جو ابو ہریرہ سے مروی ہے اور شیخین کی متفق علیہ حدیث ہے، اس کو ترک کردیا ہے۔ مخدوم معین نے فقہ الراوی کے شرط کے رد میں ایک مستقل رسالہ تالیف کیا ہے۔ دراسات اللبیب میں اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہمارے کچھ مفرد اوراق، اس قول کے رد میں ہیں اور اس بارے میں ہیں کہ یہ حنفیوں کا نیا پیدا کردہ شرط ہے۔ اس کی بنیاد پر مصراۃ والی حدیث کے ترک کی امام ابو حنیفہ کی طرف نسبت صحیح نہیں ہے۔ ۳۰

صحیحین کی احادیث کی اصحیت پر اجماع:

دوسری کتب حدیث کی احادیث صحیحین کی احادیث کے برابر نہیں ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ صحیحین کی احادیث کو تلقی بالقبول حاصل ہے اور ان کی اصحیت پر امت کا اجماع

ہے۔ اس پر مخدوم موصوف نے دراسات میں بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

''کچھ فروع چہ جائیکہ ایسے ہیں جن میں مختلف مذاہب کے پیروکار شیخین کی احادیث کے خلاف عمل کرتے ہیں، لیکن ان کے ایسا کرنے سے صحیحین کی تلقی بالقبول اور ان کی اصحیت پر اجماع امت نہ ہونا لازم نہیں آتا، تین اسباب کی وجہ سے وہ ایسا کرتے ہیں۔ ایک تو وہ سنن مشہورہ و غیر مشہورہ جیسے: صحیح ابن خزیمہ و صحیح ابن حبان وغیرہ کی احادیث سے اپنے مسلک کی تائید میں دلیل لیتے ہیں اور دوسرا یہ کہ وہ صحابہ کے آثار سے تمسک کرتے ہیں اور صحیحین کی احادیث چھوڑ دیتے ہیں''

اس تمسک کو مخدوم معین کمزور تمسک قرار دیتے ہیں اور اس تمسک کی کمزوری کے ثبوت میں انہوں نے ایک مستقل رسالہ تصنیف کیا ہے، جو دستیاب نہیں ہے۔ دراسات میں اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اس دوسرے تمسک کی کمزوری کے بارے میں کلام کی یہ جگہ نہیں ہے، جو اس پر اطلاع چاہے، وہ ابراز الضمیر لمصنف الخبیر کی طرف رجوع کرے'' ۳۱

بخاری ومسلم کی احادیث قطعی الصحۃ ہیں:

مخدوم محمد معین نے اس موضوع پر دراسات میں مفصل بحث کی ہے کہ بخاری ومسلم کی احادیث کی صحت پر امت کے اجماع کی وجہ سے ان کی احادیث قطعی الصحت ہیں۔ اس مسئلہ پر نووی وابن الصلاح کا اختلاف بھی منقول ہے، مخدوم معین نے دونوں کے محاکمہ پربھی ایک رسالہ: غایۃ الایضاح فی المحاکمۃ بین النووی و ابن الصلاح تالیف کیا ہے۔ دونوں کے اختلاف کو منطقی طریقہ سے صغری کبری کے مقدمات اور حد اوسط کے ذریعہ نتیجہ نکال کر بیان کیا ہے۔ فیصلہ یہ فرمایا ہے کہ: اجماع قطعی ہے اور اجماع کے قطعی ہونے کی صورت میں صحیحین کی احادیث نبیﷺ سے ثبوت میں قطعی ہیں اور اس میں قطعی ہیں کہ وہ نبیﷺ کا کلام ہے۔

مسئلہ رفع الیدین:

مخدوم معین نے اس موضوع پر دراسات میں بھی بحث کی ہے اور الگ اور مستقل طور پر اس مسئلہ پر انہوں نے دو رسائل تالیف کئے ہیں۔ایک رسالہ تنویر الہادی فی رفع

الایادی ہے، جس میں رفع یدین کی احادیث، ان کی قوت اور اپنے برابر معارض نہ رکھنے اور عدم رفع کی احادیث کے ان کے برابر نہ ہونے پر تفصیلی بحث کی ہے۔لیکن یہ رسالہ دستیاب نہیں ہے،مخدوم معین نے اس کا ذکر اکثیر الہدایۃ والنفع فی جمع احادیث الرفع میں کیا ہے۔لکھتے ہیں:

ان مقدمات کا بڑے بسط و شرح سے فقیر نے اپنے رسالہ: تنویر الہادی فی رفع الایادی، میں بیان کیا ہے۔۳۲

دوسرا رسالہ اکسیرالہدایت والنفع فی جمع احادیث الرفع ہے۔ اس کا خطی نسخہ مفید عام لائبریری سہون شریف کے مجموعہ رسائل مخدوم محمد معین میں شامل ہے۔ ۸۴قلمی صفحات پر مشتمل ہے۔فارسی میں لکھا ہوا ہے۔ سن کتابت نا معلوم ہے۔ مقدمہ میں مخدوم معین نے لکھا ہے کہ:

۱۱۵۶ھ میں میرے عزیز عالیجاہ والا دستگاہ، جس کی پیشانی سے حب حدیث کی سعادت کا نور روشن ہے، نے اس خاکسار بے مقدار کو کہا کہ رفع یدین کے بارے میں جتنی احادیث مرفوعہ حضرت رسول اکرم و موقوفہ اصحاب واجب التعظیم ہیں، ان کو جمع کیا جائے اور ایک علیحدہ رسالہ تالیف کیا جائے اور قاعدہ کے مطابق عربی سے آسان فارسی میں اس کا ترجمہ کیا جائے۔'' ۳۳

اس سے واضح ہے کہ یہ رسالہ ۱۱۵۶ھ میں تالیف کیا گیا۔ رسالہ کی تین فصلیں ہیں اور ہر فصل کے ساتھ مفید تذنیبات بھی شامل کی گئی ہیں۔ فصل اول میں مرفوع احادیث بیان کی گئی ہیں اور اس کی تذنیب میں ان احادیث سے متعلق ضروری مباحث کا بیان کیا گیا ہے اور اس کے اندر چھ فوائد شامل کئے گئے ہیں۔ فصل دوم میں آثار موقوفہ بیان کئے گئے ہیں اور اس کی تذنیب بھی چھ فوائد پر مشتمل ہے۔ فصل سوم میں معارض احادیث کے مجمل جوابات دئے گئے ہیں اور اس کی تذنیب دو فوائد پر مشتمل ہے۔ آخر میں خاتمہ پر کتاب کو مکمل کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ رفع یدین کے مسئلہ پر اپنے دور کا شاہکار ہے۔ اس موضوع پر مخدوم معین کے خلاف مخدوم محمد ہاشم نے تردیدی رسائل تحریر کئے۔

مخدوم معین کی ایسی دو تحریریں ریسرچ لائبریری انسٹیٹیوٹ آف سندھیالوجی کے ڈاکٹر

نبی بخش خان بلوچ کارنر میں قلمی صورت میں چند صفحات پر مشتمل موجود ملتی ہیں، جن میں اس مسئلہ پر مخدوم محمد ہاشم کی تحریروں کے جوابات دئے گئے ہیں۔ پہلی تحریر ابن عمر کی ترک رفع یدین سوا تکبیر تحریمہ کی روایت کے جواب میں ہے۔ مخدوم محمد ھاشم ٹھٹوی نے بیہقی سے یہ روایت نقل کی ہے اور رفع یدین کی احادیث کے معارض کے طور پر اور ترک رفع یدین کی تائید میں پیش کی ہے۔ مخدوم محمد معین نے اس تحریر میں یہ موقف اختیار کیا ہے کہ بیہقی نے اس روایت کے نقل کے ساتھ ہی یہ لکھا ہے کہ: ''حاکم نے کہا ہے کہ یہ موضوع اور باطل ہے'' اور پھر کہا ہے کہ مخدوم محمد ہاشم سے یہ کیسے گوارہ ہوا کہ یہ بات جانتے ہوئے بھی اس کو نقل کیا، حالانکہ موضوع کا نقل بھی حرام ہے۔ اس کے جواب میں مخدوم محمد ھاشم نے لکھا ہے کہ، حاکم کی جرح غیر مفسر ہے اور جمہور کے ہاں جرح غیر مفسر قبول نہیں کی جاتی۔ اور کہاہے کہ حافظ مغلطائی نے اپنی شرح میں سنن ابن ماجہ میں کہا ہے کہ، اس حدیث کی سند میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ تحریر ثانی میں مخدوم معین نے اس کا تفصیلی جواب لکھا ہے۔

مد عہد الرسالت:

مد کے مقدار اور وزن سے متعلق بحث محدثین و فقہاء کے درمیان معرکتہ الآراء رہا ہے۔ اس موضوع پر مخدوم محمد نے ایک مستقل رسالہ رفع الجھالۃ فی مد عہد الرسالۃ تالیف کیا ہے، جس کا خطی نسخہ مفید عام لائبریری سہون کے مجموعہ رسائل مخدوم محمد معین میں شامل ہے۔ اس میں مخدوم معین نے عہد رسالت کے مد کے مقدار اور وزن سے بحث کی ہے۔ مخدوم معین نے احادیث اور تعامل اہل مدینہ سے استدلال کی روشنی میں احناف کے خلاف مسلک اختیار کیا ہے۔ اس زمانے یعنی ۱۱۵۰ھ میں مدینہ سے کوئی ثقہ عادل عالم ایک مد ٹھٹہ میں لائے تھے۔ مخدوم محمد معین نے اس مد پر لکھی ہوئی سند بھی نقل کی ہے، اس کے وزن کی تحقیق کی ہے اور اس کے وزن پر ایک نئ مد تیار کروائی ہے، اور تعامل اہل مدینہ کے استدلال کی بنیاد پر اس مد کے وزن کو اپنا مسلک مانا ہے۔ رسالہ میں عمل اہل مدینہ کی اہمیت بھی بیان کی ہے، اور مد مدینہ کی تائید میں احادیث بیان کی ہیں اور عمل بالحدیث اور ترک مسلک مخالف حدیث کی اہمیت بیان کی ہے۔

نماز میں ہاتھوں کا سینے پر باندھنا:

یہ مسئلہ بھی بڑا مختلف فیہ رہا ہے۔ مخدوم معین نے اس مسئلہ پر بھی تفصیلی بحث کی ہے اور اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ الدلیل الواضح کالبدر علی وضع الایدی فی الصلواۃ علی الصدر تصنیف کیا ہے۔اس کا خطی نسخہ مفید عام لائبرری سہون کے مجموعہ رسائل مخدوم محمد معین میں شامل ہے۔ اس میں مخدوم موصوف نے نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کے حق میں دلائل دئے ہیں۔ ابتداء ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے دلائل کے رد سے کی ہے۔ اس سلسلے کی پہلی دلیل عبدالرحمان بن اسحاق کی روایت ہے، جو اس نے ابو ہریرہ سے اور ابو جحیفہ سے نقل کی ہے۔ اور حضرت علی کا ایک اثر بھی عبدالرحمٰن بن اسحاق نے روایت کیا ہے۔ مخدوم معین نے عبدالرحمٰن بن اسحاق پر کی گئی جرح نقل کرکے اس کے سب طرق روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دوسری دلیل جواحناف میں سے قاسم بن قطلوبغا حنفی نے تخریج الاختیار شرح المختار میں نقل کی ہے، وہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی مصنف ابن ابی شیبہ کی حدیث ہے، اس کا مخدوم معین نے جو جواب دیا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ:

''مصنف ابن ابی شیبہ کے نسخوں میں یہ حدیث ناف کے نیچے کے الفاظ سے خالی ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے ابوالحسن کبیر اور شیخ محمد حیات سندھی کے اس بارے میں رسائل کا بھی حوالہ دیا ہے۔ اپنے موقف کے ثبوت میں احادیث و آثار نقل کرنے کے بارے میں کہا ہے کہ:

ہم احادیث و آثار نقل کرنے میں مشغول نہیں ہوتے، کیونکہ کتب احادیث و کتب فقہ شافعی کی طرف رجوع رکھنے والے کے لئے یہ مسئلہ شہرت کا درجہ رکھتا ہے۔ یہاں پر ہم صرف مخرجین کا حال اور سند کے رجال پر بحث کرتے ہیں۔'' ۳۴

چنانچہ انہوں نے سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایات کی اسناد اور روات کی تنقیح وتحقیق کی ہے اور آخر میں سینے پر ہاتھ باندھنے پر تین صحابہ کا اجماع حاصل ہونے کو بھی ثابت کیا ہے۔

ائمہ فقہاء تک احادیث کا نہ پہنچنا:

احناف اور دوسرے مقلدین مذاہب کا جو یہ خیال ہے کہ ان کے ائمہ کے پاس ہر

مسئلے کے دلائل ہیں اور ہر معارض کے جوابات ہیں، اس بارے میں مخدوم محمد معین لکھتے ہیں کہ: بات اس طرح نہیں، بلکہ بات اس طرح ہے، جیسا کہ ان کے متبعین سے ثابت ہے کہ، امام ابو حنیفہ کے پاس ان کے زمانے میں احادیث پہنچ نہ پائیں تھیں۔ چنانچہ بعض مواقع پر ان کے متبعین کہتے ہیں: یہ حدیث انہیں نہیں پہنچی تھی۔ امام شعراوی نے کہا ہے کہ: امام ابو حنیفہ کے زیادہ قیاس کا عذر یہ ہے کہ: انہیں اپنے زمانے میں زیادہ حدیثیں نہ پہنچی تھیں۔ علامہ احمد بن عبد السلام اپنی کتاب رفع الملامتہ عن ائمتہ الاعلام میں وہ حدیثیں جو صحابہ تک نہ پہنچیں تھیں، بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ: یہ وسیع باب ہے، صحابہ سے جو منقول احادیث ہیں، ان کی تعداد تو شمار کرنے کے لحاظ سے بہت ہے لیکن صحیح احادیث جو صحابہ تک نہ پہنچیں، ان کا احاطہ کرنا نا ممکن ہے۔ وہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ یہ طبقہ صحابہ کا حال ہے، جو امت میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے، سب سے زیادہ فقیہ، زیادہ متقی اور زیادہ فضیلت والے تھے، تو جو ان سے بعد والے تھے، جو ان سے کم رتبہ تھے، ان سے احادیث کا مخفی اور غیر معلوم رہ جانا بطریق اولی ہو سکتا ہے۔ اس لئے جو یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ ہر صحیح حدیث ہر امام کو پہنچی ہے یا کسی خاص امام کو پہنچی ہے، وہ غلط ہے۔ اس کی غلطی فحش اور قبیح ہے۔ کیونکہ احادیث کا جمع وتدوین اور سنت کے مشہور دیوان متبوع ائمہ کے بعد مدون ہوئے ہیں۔ ۳۵

عمل بالحدیث کے لئے اجتہاد ضروری نہیں:

مخدوم محمد معین کا خیال ہے کہ عمل بالحدیث اجتہاد کے باب میں سے نہیں ہے۔ نہ ہی تقلید کے باب میں سے ہے۔ کیونکہ اصول فقہ میں ہے کہ شریعت کی حجج اربعہ میں سے کسی ایک پر عمل کرنا تقلید نہیں ہے۔ اصطلاحا اجتہاد کہتے ہیں، فقیہ کے شرعی حکم سے ظن اور گمان کی تحصیل کے لئے کوشش کرنے کو۔ جبکہ کتاب و سنت کے منصوص اور اس کے ظاہر پر عمل کرنا ایسا عمل نہیں ہے، جس میں فقیہ نے کوشش صرف کی ہو، یہ تحصیل کے باب کی چیز نہیں ہے۔ شارح عضدی نے کہا ہے کہ، قطعیات میں اجتہاد نہیں ہوتا۔ ۳۶

عمل بالحدیث کے لئے فن حدیث ضروری نہیں:

مخدوم موصوف کا کہنا ہے کہ حدیث پر عمل کرنے کے لئے حدیث کے فن کا جاننا بھی ضروری نہیں ہے، نہ ہی صحیح وضعیف، ناسخ ومنسوخ کا جاننا ضروری ہے۔ حدیث پر عمل کے لئے یہ شرط نہیں ہے۔پھر کہتے ہیں کہ حدیث پر عمل حدیث کے علوم کی معرفت پر موقوف ضرور ہے لیکن ان علوم کا احاطہ کرنا ضروری نہیں، بلکہ مروی و مدون کتب پر مطلع ہونا اس کے لئے کافی ہے۔ مدون کتب کے ہوتے ہوئے دوسرے کسی عذر کو قبول نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ۳۷

قیاس و اجتہاد:

مخدوم موصوف قیاس و اجتہاد کے بالکلیہ منکر نہیں ہیں، بلکہ جو کہا جاتا ہے کہ قیاس و اجتہاد ہر صورت میں ضروری ہے، اس کی اصلاح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ، یوں کہنا صحیح ہوگا کہ: ضرورت کے وقت اجتہاد و قیاس کو اختیار کرنا چاہئے۔ ضرورت کا مطلب ہے: جب حکم قرآن و سنت میں نہ ہو۔ جب نص موجود ہو تو قیاس و اجتہاد کی ضرورت نہیں رہتی۔ ۳۸

عمل بالحدیث کے مزید مباحث:

مخدوم موصوف نے عمل بالحدیث پر کئی رسائل تصنیف کئے اور اس کے ساتھ انکی کتاب *دراسات اللبیب* ایک ایسی تصنیف ہے، جس کے بعد عمل بالحدیث کا کوئی پہلو تشنہ رہنے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ اس میں انہوں نے عمل بالحدیث کے ہر پہلو اور ہر جزئی پر بحث کی ہے۔ یہ اتنی اس مسئلہ کی جزئیات ہیں کہ ان کا احصاء ناممکن نہ بھی کہا جائے تب بھی اس مختصر مقالے میں ان کا احاطہ ناممکن ضرور ہے۔

نتیجہ:

مخدوم محمد معین کے دور میں سندھ میں باقی ہندوستان کی طرح احکام شرع اخذ کرنے کے لئے کتب فقہ کو ہی کافی سمجھا جاتا تھا۔ اسی وجہ سے تدریس حدیث مشکواۃ کی حد تک محدود ہو گئی تھی۔ باقی ہندوستان میں اس میں شاہ ولی اللہ کے بعد بہتری آئی لیکن سندھ میں اس صورتحال بدلنے کی کوششیں گیارہویں صدی ہجری سے سندھ کے بعض علماء

نے شروع کر رکھی تھیں، مخدوم محمد معین نے بھی اس کے لئے کوششیں کیں، اپنے مدرسے کے نصاب درس میں صحاح ستہ کو شامل کیا اور تدریس حدیث سے بے رغبتی کی علت فقہی تقلید اور مسائل شرعیہ کے لئے حدیث کی طرف عدم مراجعت کو قرار دیتے ہوئے عمل بالحدیث کی دعوت کو اپنا مشن بنایا اور اس موضوع پر تصنیفات و تالیفات کے ذریعے توجہ دلائی۔ عمل بالحدیث سے متعلق مختلف مضامین پر انہوں نے ۶۱عدد کتابیں تالیف کیں، جو اپنے موضوع کی شاہکار تصنیفات ہیں۔ان تصنیفات میں انہوں نے عمل بالحدیث کے ہر پہلو اور ہر جزئی پر بحث کی۔ جن میں سے کچھ جزئیات اس مقالے میں شامل ہیں۔ مکمل جزئیات کا احاطہ طوالت کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ قدوسی، اعجاز الحق:''گنجینہ تاریخ وفات مشاہیر'' ص:۸ قلمی، راشدی کارنر ریسرچ لائبریری انسٹیٹیوٹ آف سندھیالوجی

۲۔ بھٹی، محمد اسحاق:''فقہائے ہند'' جلد:۵،ص:۲۳۳ ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور۔

۳۔ اصل گجرات کے محمد طاہر گجراتی کے نسل سے تھے، ان کے والد کا نام ابوبکر صدیقی حنفی مکی تھا، *ماثر الکرام* میں ان کا لقب ابوالفرح محی الدین منقول ہے، مکہ میں حسن بن علی العجیمی المکی کے پاس فقہ و حدیث پڑھی، حرم مکہ کے مفتی تھے اور درس و تدریس کی خدمات بھی سر انجام دیتے رہے۔

۴۔ ابو طاہر محمد بن ابراہیم بن حسن بن شہاب الدین الکردی الکورانی الشہرزوری ثم المدنی ۱۰۸۱ھ میں پیدا ہوئے، اپنے والد کے پاس پڑھے، مدینے میں مسند درس سنوارے ہوئے تھے،۱۱۴۵ھ ۱۷۳۳ع میں فوت ہوئے۔

۵۔ ٹھٹوی، محمد معین، مخدوم:''سردالاسانید'' مجموعہ رسائل مخدوم محمد معین، مفید عام لائبریری سہون

۶۔ قطب الدین ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم بن شیخ وجیہ الدین شہید بن منصور بن احمد عمری دہلوی ۱۱۱۶ھ میں پیدا ہوئے، رسمی علوم اپنے والد سے پڑھے، حرمین کے علماء سے حدیث کی اجازت حاصل کی، ۱۱۷۶ھ میں فوت ہوئے۔

۷۔ زکی سرہندی بن خواجہ محمد حنیف بن خواجہ عبدالاحد بن خواجہ محمد سعید بن شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی، سلسلہ نقشبندیہ کے صاحب فیض بزرگ تھے۔ ۱۱۴۷ھ میں فوت ہوئے۔

۸۔ قاسمی، حبیب الرحمٰن:شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی سفر حرمین کی روداد، الولی، جنوری،فروری ۱۹۹۵ء، شاہ

ولی اللہ اکیڈمی، حیدرآباد۔

۹۔ ٹھٹوی، محمد معین، مخدوم:''دراسات اللبیب، سندھی ادبی بورڈ،۱۹۵۷ء، ص:۲۹۲

۱۰۔ ملا نظام الدین بن ملا قطب الدین سہالی، ہندستان کے ایک گاؤں سہالی میں رہتے تھے، گاؤں کے عثمانی شیوخ نے کسی تنازعہ میں ملا قطب الدین کو شہید کردیا اور گھر جلا دیا، اورنگ زیب نے لکھنو کا ایک خالی مکان، جس میں فرنگی رہتے تھے، ملا شہید کے پس ماندوں کے حوالے کردیا، ملا نظام اپنے والد کے دو شاگردوں: ملا قطب الدین شمس آبادی اور امان اللہ بنارسی کے پاس پڑھا، جن کا سلسلہ اسناد میر فتح اللہ شیرازی،اوراس کے شیرازی استاد غیاث منصور تک جاتا ہے اور اس طرح طورانیوں (سنیوں) کے مد مقابل ایرانیوں (شیعیوں) کے سرچشمہ معقولات تک منتہی ہوتا ہے۔

۱۱۔ گیلانی، مناظراحسن، مولانا:''پاک وہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت'' مکتبہ رحمانیہ لاہور،جلد:۱، ص:۱۴۴۔۱۴۲

۱۲۔ ٹھٹوی، محمد معین، مخدوم:''دراسات اللبیب، سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۵۷ء، ص:۲۹۲

۱۳۔ ایضا

۱۴۔ ایضا

۱۵۔ قاضی محمد اکرم بن عبدالرحمٰن، نواحی حیدر آباد کے شہر نصرپور کے رہنے والے تھے۔گیارہویں صدی ہجری کے اوائل میں پیدا ہوئے، ان کے والد شہر کے حنفی قاضی القضات تھے۔اپنے والد اور دوسرے مشائخ سندھ سے حدیث پڑھی اور ان کے والد کے ہجرت مکہ کے وقت مکتہ المکرّمہ کے محدثین سے حدیث پڑھی اور پوری عمر درس حدیث وتصنیف و تالیف میں صرف کی۔شرح جامع صحیح بخاری تالیف کی، جس کا خطی نسخہ عمرکوٹ سندھ کے نواحی گاؤں ولھٹ میں موجود ہے لیکن اس کو دیمک نے اس طرح چاٹ لیا ہے کہ اب وہ قابل مطالعہ نہیں رہا۔لیکن مخدوم محمد عثمان ٹیاروی کی شرح مشکواتہ، جس میں اس سے استفادہ کیا گیا ہے، وہ محفوظ ہے۔

۱۶۔ قاسمی، غلام مصطفیٰ:مقدمہ امعان النظر، شرح نخبتہ الفکرلقاضی محمد اکرم نصرپوری سندھی،ص:۱۰

۱۷۔ ابوالحسن محمد بن عبدالہادی سندھی الکبیر ٹھٹھ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم ٹھٹھ ہی میں حاصل کی، مزید تعلیم کے لئے مدینہ کی طرف ہجرت کی، وہاں سید محمد بن عبدالرسول برزنجی اور شیخ ابوطاہر ابراہیم بن حسن الکورانی مدنی اور دوسرے مشائخ سے تعلیم حاصل کی۔الشفا نامی مدرسہ مدینہ النبی میں قائم کیا، جس میں آخر عمر تک پڑھاتے رہے۔

۱۸۔ محمد حیات بن ملا پھلاریو، بکھر پرگنہ کے علائقے عادلپور کے رہنے والے تھے، ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں سے حاصل کی، پھر ٹھٹھ میں مخدوم معین سے شرف تلمذ حاصل کیا، مزید تعلیم کے لئے حرمین شریفین

روانہ ہوئے اور وہاں ابوالحسن کبیر سے حدیث پڑھی اور انہی کی مسند درس کو ان کے بعد آراستہ رکھا۔

۱۹۔ ٹھٹوی، محمد معین، مخدوم:''اکسیر الھدایۃ والنفع فی جمع احادیث الرفع'' قلمی، مفید عام لائبریری سہون،ص:۷۰

۲۰۔ ٹھٹوی، محمد معین، مخدوم:''دراسات اللبیب، سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۵۷ء، ص:۷

۲۱۔ ٹھٹوی، محمد معین، مخدوم:''دراسات اللبیب، سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۵۷ء، ص:۱۲

۲۲۔ ایضا، دراسہ ثالث ص:۱۰۳

۲۳۔ ایضا، دراسہ ثالث ص:۱۰۹

۲۴۔ ٹھٹوی، محمد معین، مخدوم:''دراسات اللبیب، سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۵۷ء، ص:۱۸۴۔۱۸۳

۲۵۔ نعمانی، عبدالرشید، مولانا: مقدمہ دراسات،ص:۷۵

۲۶۔ قنوجی، نواب صدیق حسن خان:''اتحاف النبلاء''، مطبع شاہجہان بھوپال،ص:۷۸

۲۷۔ سندھی، عبیداللہ، مولانا:''شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک'' المحمود اکیڈمی لاہور،ص:۱۳

۲۸۔ ٹھٹوی، محمد معین، مخدوم:''غایت الاعتماد فی مسئلۃ الاختضاب باسواد'' قلمی، ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کارنر، ریسرچ لائبریری سندھیالوجی،ص:۷

۲۹۔ ٹھٹوی، محمد معین، مخدوم:''دراسات اللبیب، سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۵۷ء، ص:۴۸۳

۳۰۔ ایضا،ص:۳۹۲

۳۱۔ ا یضا،ص:۳۵٦

۳۲۔ ٹھٹوی، محمد معین، مخدوم:''اکسیر الھدایۃ والنفع فی جمع احادیث الرفع'' قلمی، مفید عام لائبریری سہون،ص:۳

۳۳۔ ٹھٹوی، محمد معین، مخدوم:''اکسیر الھدایۃ والنفع فی جمع احادیث الرفع'' قلمی، مفید عام لائبریری سہون،ص:۱

۳۴۔ ٹھٹوی، محمد معین، مخدوم:''الدلیل الواضح کالبدر علی وضع الایدی فی الصلواۃ علی الصدر'' قلمی، مفید عام لائبریری سہون،ص:۴

۳۵۔ ٹھٹوی، محمد معین، مخدوم:''دراسات اللبیب، دراسہ ثالث، سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۵۷ء، ص:۱۰۹

۳٦۔ ٹھٹوی، محمد معین، مخدوم:''دراسات اللبیب، دراسہ ثالث، سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۵۷ء، ص:۱۷-۱۸

۳۷۔ ٹھٹوی، محمد معین، مخدوم:''دراسات اللبیب، سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۵۷ء، ص:۳۹-۴۰-۴۱ ملخص

۳۸۔ ایضا، ص: ۴۱ ملخص